وعظ

خصائصِ مومن

یعنی مومن کی امتیازی شان اور اسکی خصوصیات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی

انجمن احیاء السنہ رجسٹرڈ
نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور۔ پوسٹ کوڈ نمبر 54000
042-6861584, 6551774

القول العزیز
جو کھیلوں میں تو نے لڑکپن گنوایا
تو بدمستیوں میں جوانی گنوائی
جو اب غفلتوں میں بڑھاپا گنوایا
تو پھر یہ سمجھ زندگانی گنوائی
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی

زیرِ سرپرستی:

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

جامعہ مسجد قدسیہ بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہ قائداعظم، لاہور

ناشر:

انجمن احیاء السنہ رجسٹرڈ نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور۔

وعظ : ——— **خصائصِ مومن**

تالیف : ——— محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

ناشر ——— انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ) نفیر آباد۔ باغبانپورہ لاہور

تصحیح کتابت ——— حافظ محمد یونس ایم ایس سی / حافظ سہیل احمد عثمانی ایم اے

ملنے کے پتے

لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لاہور پوسٹ بکس 2074 پوسٹ کوڈ :54000

بالمقابل چڑیا گھر۔ شاہراہ قائد اعظم ۔ لاہور

فون : 042-6373310

فیکس : 042-6370371

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ) نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ : 54920

فون : 6551774

نگرانِ اشاعت ڈاکٹر **عبدالمقیم**

خلیفہ مجاز : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

رہائش 32 راجپوت بلاک، نفیر آباد، باغبانپورہ۔ لاہور Mobile :0300-0321-0334-9489624

فون : 042-6551774 E-mail:dramuqueem@yahoo.com

فہرست

باسمہٖ تعالیٰ

عرضِ مُرتب

حامداً وّمُصلّیاً وّ مُسلِماً ط امّا بعدُ!

مخدوم گرامی محی السُّنّۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا ۱۴۱۱ھ میں حج بیت اللہ سے واپسی پر چند یوم کے لیے کراچی پاکستان میں قیام ہُوا وہاں کے زمانۂ قیام میں ۶ محرم ۱۴۱۲ھ بروز جمعہ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ میں بیان فرمایا کہ جس میں قرآنِ پاک اور احادیثِ مُبارکہ کی روشنی میں مومن کی امتیازی خصوصیات و اوصاف کو ایسے طور پر واضح فرمایا کہ جس سے اس کے بلند مقام و منصب اور اس کی ذمہ داری کی تعیین خود بخود ہو جاتی ہے۔

آج جب کہ مغربی تہذیب کی سطحی آب و تاب اور مادی تمدن کی ظاہری چمک دمک نے اُمّتِ مسلمہ کو اپنے دامِ فریب میں ایسا لے لیا ہے کہ اس نے سراب کو آب سمجھ کر اس کے حاصل کرنے کی فکر میں ایسی لگ گئی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ اپنے ایمانی منصب، دینی ذمہ داری اسلامی خصائص اور مومنانہ صفات کو بھولتی جا رہی ہے اور غیروں کے رنگ میں رنگتی چلی جا رہی ہے۔

یہ صورتِ حال افسوس ناک بھی ہے، تشویشناک بھی ہے اور حد درجہ قابلِ فکر بھی ہے۔

ایسے نازک وقت میں اس بات کی ضرورت ہے کہ اُمّتِ مسلمہ کو اس کا بھُولا ہُوا سبق یاد دلایا جائے۔

چنانچہ حضرت محی السُنّۃ دامت برکاتہم نے اسی کی اپنے مخصوص انداز میں تشریح فرمائی ہے، جس کو حضرت والا مدظلہٗ کی نظرِثانی و اجازت سے مجلس پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

حق تعالےٰ پوری اُمّتِ مسلمہ کو آپ کے فیوض و برکات سے مُستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

والسّلام

محمّد افضال الرحمٰن

اشرف المدارس ہردوئی۔ یوپی

۲۵، ذیقعدہ سنہ ۱۴۱۲ھ

بدنگاہی کے نقصانات

فرمایا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نامحرم کو دیکھنے کا زیادہ تقاضا قلب میں ہو، اس کو ہم ایک دفعہ جی بھر کر دیکھ لیں تو تسکین ہو جائے گی، یہ محض غلط ہے وہ تسکین عارضی ہے۔

اس دیکھنے سے جوش کم نہیں ہوتا بلکہ دل کی گہرائی میں اُتر جاتا ہے اس لئے محسوس نہیں ہوتا اور تسکین کا جو شُبہ ہوتا ہے تو قصداً اس کا تصور کر کے مزہ لینا زہرِ قاتل، رہزنِ دین ہے۔

حدیث شریف میں ہے

اَلنَّظَرُ سَھْمٌ مِنْ سِھَامِ اِبْلِیْس

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

خصائصِ مومن

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ط وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا - اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ط اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُھُمُ اللّٰہُ ط اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ○ (پ۱۰، ع ۱۵)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانتے ہیں اُن لوگوں پر ضرور اللہ تعالےٰ رحمت کریگا۔ بلاشبہ اللہ تعالےٰ قادر ہے حکمت والا ہے۔

میں نے اس وقت ایک آیت کریمہ پڑھی ہے اس کی تشریح و توضیح سے

پہلے دو باتیں عرض کر دوں۔

صلحا کی مشابہت کا فائدہ

ایک بات تو یہ کہ یہاں میری حاضری برابر ہوتی رہتی ہے۔ سب جانتے ہیں اور سب کو معلوم ہے۔ لیکن آج جس طرح حاضری ہوئی ہے اس سے بعض حضرات کو بھی خیال ہو رہا ہوگا کہ یہ کپڑا جسے جُبّہ کہتے ہیں وہ پہن کر کیوں آیا؟ کیسے آیا؟ کیا بات ہے؟ تو اس کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔ ایک تو ہوتے ہیں اہلِ کمال اور دین کے خدام ان کی یہ نشانی ہے کہ اس کو پہن لے تاکہ لوگ اس کے ذریعہ سے پہچان لیں کہ یہ دین کے خدام میں سے ہے۔ جیسے آج کل مصر میں سُرخ ٹوپی اور اس کے اُوپر عمامہ کا باندھنا، علما کا دستور ہے اور یہ ان کا لباس ہے۔ اس طرح جبہ پہننا بھی اہلِ کمال اور دینی خدام کی نشانی ہے، تو ایک وجہ جبہ پہننے کی تو یہ ہُوئی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صلحائے اُمّت اور دین کے خدام کی وضع قطع کی نقل کرنا اور ان کی مشابہت اختیار کرنا مقصود ہے کیونکہ صلحا کی مشابہت کا قصد یہ اللہ تعالےٰ کی رحمتِ خاصہ کے متوجہ ہونے کا ذریعہ بنتا ہے جیسا کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

المرء مع من احب (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۲۶)

انسان کا حشر اس کے ساتھ ہوگا کہ جس سے محبت کرتا ہے۔

انسان کے دل میں جس کی عظمت و محبت ہوتی ہے اس کی وضع قطع کو اختیار کرتا ہے اسی کے ساتھ ساتھ یہ ایک حقیقت اور اس کا مشاہدہ بھی ہے کہ انسان جس کی وضع قطع اور اس کی شکل و صورت کی نقل کرتا ہے ہلکے ہلکے اس کی حقیقت بھی اس

کے اندر آجاتی ہے، اسی لیے فساق وفجور کی مشابہت اختیار کرنے سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔

لا یاکلن احدکم بشماله ولا یشربن بها۔ (مشکوٰۃ، جلد۲، ص۳۶۳)

تم میں سے کوئی شخص ہرگز بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیئے۔

کتنی شدت کے ساتھ اُلٹے ہاتھ سے کھانے پینے سے منع کیا گیا اور اس کی وجہ بھی بتلائی گئی ہے۔

فان الشیطان یاکل بشماله ویشرب بها (مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ ۳۶۳)

اس لیے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

تو اُلٹے ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے اس کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا۔ کیوں کہ جو شخص بظاہر کھانے پینے میں اس کے طور وطریقہ کی نقل کرے گا تو اس کی وجہ سے اس میں اس کے اثرات پیدا ہوں گے چنانچہ ایسے لوگوں میں شیطنت کا اثر مشاہدہ میں آتا ہے یعنی عُجب، خود پسندی، اپنی فہم پر اعتماد، اپنے بڑوں کی عیب جوئی یہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ اسی کا اثر ہے، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

فیه انه ینبغی اجتناب الافعال التی تشبه افعال الشیاطین

(مرقات جلد ۴ صفحہ ۳۶۲)

اس میں یہ تعلیم ہے کہ جو افعال، شیطانی افعال کے مشابہ ہیں ان سے بچنا چاہیے۔

تو جب شیطانی طور وطریقہ اختیار کرنے سے شیطنت پیدا ہوتی ہے تو اہل اللہ اور صلحاء کی مشابہت اختیار کرنے سے کیا ان کی صفات پیدا نہیں ہوں گی؟ یقیناً

پیدا ہوں گی اور یہ مطلوب بھی ہے چنانچہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۳۷۵)

جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے تو اس کا شمار انہیں میں ہوگا۔

چنانچہ یہ جبہ جو اس وقت پہنے ہوئے ہوں یہ مدینہ منورہ کی مسجدِ نبوی کے خاص خدام میں سے ایک عالم ہیں انہوں نے مدینہ پاک سے رخصت کرتے ہوئے تحفۃً عطا فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ "اس کو جمعہ اور عیدین میں پہنا کرو" آج چوں کہ وہاں سے رخصت ہونے کے بعد کا یہ پہلا جمعہ ہے پہلی دفعہ اس کو پہنا ہے اگرچہ اپنے کو اسکا لائق خیال نہیں کرتا بلکہ طبعاً بار بھی ہے مگر اسی نیت سے پہنا ہے تاکہ صالحین و اکابر اہل اللہ کی نقل کا فیض مجھے بھی حاصل ہو ؎

احب الصالحین ولست منھم
لعل اللہ یرزقنی صلاحًا

اُن کی مرضیٔ پاک ہی کی اتباع کرے

دوسری بات کسی کے لیے کھڑے ہونے کے سلسلہ میں یہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب صحابہ کے مجمع میں تشریف لاتے تو کوئی کھڑا نہیں ہوتا۔ چنانچہ روایت میں ہے۔

لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا رأوہ لم یقوموا

صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی اور شخص نہیں تھا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم

جب آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے۔

اتنی محبت اور تعلق کے باوجود صحابہ جب آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھتے اور آپ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے مجمع میں تشریف لاتے تو کھڑے نہیں ہوتے، کیوں کھڑے نہیں ہوتے؟ وجہ اس کی بیان کی گئی۔

لما یعلمون من کراھتہ لذلک (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۴۰۳)

کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس کو پسند نہیں فرماتے۔

اس وجہ سے کہ صحابہ کو معلوم تھا کہ یہ آپ کو ناپسند ہے آپ اس کو اپنے لیے پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک معاملہ تو آپ کا اپنے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہ تھا اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے تو وہ کھڑی ہو جاتی تھیں تو آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انہیں منع نہیں کیا، ایک معاملہ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ہُوا کہ اپنے سلسلہ میں اپنی صاحبزادی کے ساتھ۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے منع کیا اس لیے وہ حضرات ایسا معاملہ کیا کرتے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو منع نہیں کیا اس لیے وہ ایسا معاملہ کیا کرتی تھیں، تو اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ جس کے لیے جو حکم ہو اس کے لیے ویسا ہی معاملہ کرنا چاہیے، اس کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں ہے۔ اسی کو بعضے حضرات نے فرمایا ہے کہ ؎

وہ جو اذن دیں تو قیام ہے وہ جو روک دیں تو قعود ہے
بِلا ان کی مرضئ پاک کے نہ قعود ہے نہ قیام ہے

اپنا جی چاہنے پر دار و مدار نہیں بلکہ ان کی مرضی اور حکم کی تعمیل کرنا یہ ضروری اور اصل چیز ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی کی محبت اور تعظیم میں کھڑے ہونے سے ناگواری نہ ہو اور وہ منع نہ کریں تو کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر وہ کھڑے ہونے کو پسند نہ کریں اور منع کر دیں تو پھر نہیں کھڑا ہونا چاہیے بلکہ بدستور اپنی جگہ پر بیٹھا رہے، جس میں ان کو راحت ہو اسی طرح کا ان کے ساتھ کیا جائے۔ چنانچہ سہارنپور میں ہم نے پڑھا ہے، ہمارے بعضے اساتذۂ کرام جب وہ تشریف لاتے تھے حدیث کا درس دینے کے لیے تو ہم لوگ کھڑے ہو جاتے تھے، جب آ کے بیٹھ گئے تو ہم لوگ بیٹھ جاتے، ایک دوسرے اُستاد حدیث کے تھے اُنہوں نے کہا کہ ہمارے لیے نہ کھڑے ہُوا کرو تو ان کے تشریف لانے پر نہیں کھڑے ہُوا کرتے تھے، تو انہوں نے منع نہیں کیا اس لیے ان کے ساتھ وہ معاملہ، انہوں نے منع کیا ان کے ساتھ یہ معاملہ۔ گنجائش تو دونوں ہی کی ہے، مگر ہر ایک کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہیے جس کی وہ اجازت دیں۔ حضرت حکیم الامّت مجدّدُ الملّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کے یہاں جمعہ کی نماز ہو جاتی تھی، حضرت پڑھاتے بھی تھے، پھر مجلس ہوتی تھی، سب لوگ بیٹھ جاتے تھے، راستہ مجلس میں رہتا تھا آنے کے لیے، حضرت تشریف لاتے تھے، لیکن کوئی کھڑا نہیں ہوتا تھا، اس لیے کہ حکم تھا کہ کوئی کھڑا نہ ہو۔ چنانچہ آپ کی تشریف آوری پر یہ معاملہ کیا جاتا تھا، اس لیے بھائی اس وقت اس کی ضرورت نہیں ہے وجہ کیا ہے؟ کہ کیوں نہ کھڑے ہو؟ اس لیے کہ بڑے منع کر گئے ہیں بس ایسا نہ کرو، یہ دو باتیں گذارش کرنی تھیں۔

مسلمان باہم ایک دوسرے کے خیرخواہ ہیں

اب جو مضمون بیان کرنا ہے اس کو شروع کر رہا ہوں جو آیتِ کریمہ پڑھی تھی اس میں اللہ تبارک و تعالےٰ نے مومن کی کچھ خصوصیات کچھ پہچان اور نشانی بتلائی ہے اصلی مومن کون ہے ؟ اس کی کیا شان اور کیا حال ہونا چاہیے ؟ اس کی کیا کیفیت ہونی چاہیے ؟ اس کو بیان کیا گیا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ

(پ ۱۰، رکوع ۱۵)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا ہمدرد و خیرخواہ ہے، آپس میں دوسرے کے دوست ہیں۔ یہ آپس میں دوستی اور تعلقات کسی دنیوی غرض اور منفعت کی وجہ سے نہیں ہوتی کیونکہ اس طرح کے جو تعلقات ہوتے ہیں، ان میں عموماً ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور خیرخواہی کا معاملہ نہیں ہوتا بلکہ ہر شخص اپنے نفع اور اپنی غرض کی فکر میں رہتا ہے، دوسرے کا نفع ہو یا نہ ہو، دوسرے کا فائدہ ہو یا نہ ہو، بس ہمارا کام کسی طرح ہونا چاہیے، پھر یہ کہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا مگر ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے ساتھ جو دوستی ہے تعلقات ہیں وہ اللہ واسطے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے دینی دوست اور دینی خیرخواہ ہیں، اللہ واسطے دوستی اور اللہ واسطے دشمنی، یہ مومن کی شان ہے، حدیث میں ہے۔

افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

(جامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۴۹)

افضل اعمال خدا کی رضا اور خوشنودی کے لیے کسی سے دوستی رکھنا اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے بغض۔

اہلُ اللہ کا احتساب تربیت کے لیے ہوتا ہے

اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ قرآنِ پاک میں تو مومن کی شان یہ تبلائی گئی ہے کہ ان کا معاملہ آپس میں ہمدردی اور محبت و شفقت کا ہوتا ہے لیکن ہم تو اس کے خلاف دیکھتے ہیں معاملہ بعضے بزرگوں کے یہاں کہ ان کے یہاں بڑے اصول وضوابط ہیں ان کے یہاں سختی ہے، ڈانٹ ڈپٹ ہوتی ہے، بات بات پر محاسبہ ہوتا ہے، خفگی ہوتی ہے، یہ کیا چیز ہے؟ چنانچہ لوگ حضرت والا الحکیم الامّت مجددُ الملّت مولانا تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کو کہتے ہیں کہ بڑے سخت تھے، تو بھائی بات یہ ہے کہ اللہ والوں کے یہاں جو ڈانٹ ڈپٹ اور احتساب ہوتا ہے یہ بھی محبت اور شفقت ہی کی بنا پر ہوتا ہے ہمدردی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیوں صاحب! میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ کسی کے آنکھ کے آپریشن کی ضرورت ہے، کسی کے پھیپھڑے کے آپریشن کی ضرورت ہے، کسی کے ہاتھ کاٹنے کی ضرورت ہے بے کار ہوگیا ہے، تو ایسے مریضوں کے ساتھ شفقت و رحمت کیا ہے؟ یوں ہی چھوڑ دیا جائے، یوں ہی تڑپنے دیا جائے یا اس کی اصلاح کی جائے اور آپریشن کیا جائے۔ جس طرح ان مریضوں کے ساتھ محبت اور شفقت یہی ہے کہ ڈاکٹر صاحب ان کا آپریشن کریں اور علاج کریں، اسی طرح اللہ والوں کا جو معاملہ ہوتا ہے روحانی مریضوں کے ساتھ وہ بھی انکی اصلاح اور تربیت کے لیے ہوتا ہے اور ان روحانی مریضوں کے ساتھ محبّت اور شفقت ہی کہا جائے گا، آتے ہی

ہیں لوگ اصلاح و علاج کے لیے، کوئی مریض ہو اس کو انجکشن کی ضرورت ہے، آپریشن کی ضرورت ہے، آپ لوگ آئیں اور دیکھیں کہ ڈاکٹر صاحب ہر ایک کے انجکشن لگا رہے ہیں، ہر ایک کے آپریشن کر رہے ہیں، اب یہ معاملہ دیکھ کر کہنے لگیں کہ صاحب بڑے سخت ڈاکٹر ہیں، جسے دیکھو اس کے سوئی چبھو رہے ہیں، آپریشن کر رہے ہیں، تو ایسا کہنا صحیح ہے؟ نہیں، کیوں؟ ارے وہ سب مریض ہی ہیں سوئی والے، وہ خواہش مند ہیں کہ ڈاکٹر صاحب آئیں اور ہمارے سوئی لگائیں۔ کیا یہ سُوئی لگانا اور آپریشن کرنا اس کو سختی کہا جائے گا؟ بلکہ خوشی ہوتی ہے اور ڈاکٹر صاحب کے احسان مند ہوتے ہیں ساتھ میں خوشی خوشی فیس بھی دیتے ہیں، ایسے ہی بھائی اللہ والوں کے یہاں جو ڈانٹ پڑتی ہے اور خفگی ہوتی ہے وہ بھی ایک طرح کا آپریشن ہے اس پر بھی خوش ہونا چاہیے اور ان کا احسان مند ہونا چاہیے کہ انھوں نے ہمارا علاج کر کے مہلک مرض سے بچالیا، لیکن بڑا عجیب معاملہ ہے کہ یہاں اس کو سختی کہتے ہیں، یہ کیا معاملہ ہے؟

امراضِ رُوحانی کے علاج کی فکر نہیں ہے

بات یہ ہے کہ ہمارے ذہنوں میں آج کل جسمانی امراض اور اس کے نقصانات کی تو اہمیت ہے، اسی لیے تھوڑی سی بھی تکلیف ہُوئی تو فوراً اس کے علاج کی فکر ہوتی ہے، اسی وجہ سے اس کے لیے ہر مشقت کو آسانی کے ساتھ برداشت کر لیتے ہیں اور معالج کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں، فیس بھی دیتے ہیں اور رُوحانی بیماریوں کے نقصانات اور اس کے نتائج کی اتنی اہمیت نہیں، اسی لیے اس کے علاج کی فکر بھی کم ہوتی ہے اور اس

راستے میں نفس پر ذرا سی گرانی ہوئی اور مجاہدہ ہوا تو سمجھتے ہیں کہ بڑی سختی ہے۔ اس راستہ میں اور علاج کو مشکل سمجھتے ہیں حالانکہ یہ معاملہ نہیں ہے تھوڑی سی فکر اور ہمّت کی ضرورت ہے پھر تو معاملہ آسان ہے۔

سختی اور مضبوطی کی حقیقت

اسی سلسلے میں ایک بات اور ہے کہ عموماً لوگ سختی اور مضبوطی میں فرق نہیں کرتے دونوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں جس کی بنا پر اگر کوئی بڑے اور بزرگ اپنے اصول پر مضبوط اور پختہ ہیں تو ان کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے کہ صاحب وہ تو بڑے سخت ہیں، حالانکہ وہ ایسے نہیں ہوتے، تو خرابی کی وجہ یہی ہے کہ دونوں کو ایک سمجھ لیا جاتا ہے جس کی بناء پر ایسا فیصلہ کر لیا، سخت ہونا اور چیز ہے، مضبوط ہونا اور چیز ہے دونوں الگ الگ ہیں حضرتِ والا حکیم الامّت مجدد الملّت مولانا تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ ہی نے فرمایا کہ لوگ سختی اور مضبوطی میں فرق نہیں کرتے، فرمایا کسی کے اصول سہل ہوں اور وہ اس کی پابندی کرے تو یہ مضبوطی ہے، سختی نہیں ہے، سخت اور چیز ہے ان دونوں میں فرق کے لیے فرمایا کہ زنجیر سخت ہے، کسی کو زنجیر سے باندھو تکلیف ہو گی یا نہیں ہو گی؟ تکلیف ہو گی، لیکن کسی کو ریشم کے رسے سے باندھو تو تکلیف ہو گی؟ نہیں ہو گی، حالانکہ وہ زنجیر سے زیادہ مضبوط ہے، ہاتھی کو باندھتے ہیں ریشم کے رسے سے ٹس سے مس نہیں ہو سکتا ہے، زنجیر میں سختی ہے اور ریشم کے رسے میں سختی نہیں ہے وہ نرم اور ملائم ہے لیکن اس میں مضبوطی ہے، فرمایا ایسے ہی اصول کی پابندی ریشم کا رسا ہے، اس کو سختی نہیں کہا جائے گا، تو حضرتِ والا تھانوی کے یہاں اصول کی پابندی تھی، جس کو مضبوطی تو کہا جائے گا سختی نہیں کہا جائے گا۔

اہل اللہ کی فہمائش اپنی ذات کے لیے نہیں ہوتی

ہاں اصول کی خلاف ورزی پر تنبیہ و فہمائش یہ اپنی ذات کے لیے نہیں ہوتی بلکہ آنے والوں کے نفع اور اصلاح کے لیے ہوتی ہے۔ اللہ والوں کی ڈانٹ ڈپٹ اپنی ذات کے لیے نہیں ہوتی، ایک واقعہ یاد آگیا، حضرت کا معمول تھا کہ دوپہر کو خانقاہ ہی میں رہتے اور آرام فرماتے، ایک مرتبہ حسبِ معمول دوپہر کو خانقاہ میں تھے کہ ایک شخص آیا اور السَّلامُ علیکم کہہ کر سلام کیا، آپ نے وَعَلَیْکُمُ السَّلامُ فرما کر اس کے سلام کا جواب دیا، اس کے بعد وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا اجی مولوی اشرف علی کہاں ہیں؟ حضرت نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ ان سے ملنا ہے آپ نے فرمایا کہو کیا بات ہے؟ مَیں ہی ہوں کہو، اس پر اس نے کہا کہ تو جھوٹ کیوں بولے ہے؟ اس طرح سے اس نے کہا، تو اس پر آپ کو غصّہ آنا چاہیے تھا کہ نہیں؟ اور آپ کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ بدگمانی کیوں کرتے ہو؟ مگر حضرت کو غصہ نہیں آیا بلکہ اس سے پوچھا کہ بھائی تمہیں کیسے معلوم ہُوا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں؟ اس نے کہا کہ ہم نے جب پہلے دیکھا تھا تو بہت سُرخ تھے، تمھاری ویسی شکل نہیں ہے، تو حضرت نے پوچھا کہ کتنے دن ہُوئے دیکھا تھا؟ کہنے لگا کہ اٹھارہ سال ہُوئے، تو وہ اٹھارہ سال والی جو کیفیت تھی وہ آج بھی چاہ رہا تھا، وہ اٹھارہ سال والی جو حالت تھی اس کو خواجہ صاحب نے فرمایا ؎

چمکتی ہیں آنکھیں، دمکتا ہے چہرا
بڑھاپے میں بھی جانِ جاں

حضرتِ والا کی شان میں فرمایا، بہرحال جب وہ نہیں مانا تو حضرتِ والا نے فرمایا کہ سامنے جاؤ وہاں تعمیری کام ہو رہا تھا ان سے پوچھ لو، وہاں گیا اور جاکر پوچھا تو ان لوگوں نے کہا ارے وہی تو ہیں بڑے حضرت مولانا، اب وہ لوٹ کر آیا تو کہا کہ اجی مولوی جی خطا ہوئی معاف کرو، حضرت نے فرمایا اچھا معاف ہے، پھر حضرت نے پوچھا کہ کام کیا ہے؟ کام تو بتلاؤ، کہنے لگا کہ میں یہ پوچھوں کہ میں تمہیں کچھ دوں لے لوگے؟ فرمایا ہاں بھائی، تو اس نے اکنی نکالی، اس وقت اکنی میں چار پیسے ہوتے تھے، ایک روپے میں سولہ اکنیاں ہوتی تھیں، نئے لوگ نہیں جانتے ہیں اس کو، تو ایک اکنی نکالی اور یہ کہا کہ ایک پیسہ تو لے لے، یہ الفاظ تھے اِس کے، کہ ایک پیسہ تو لے لے اور تین ہمیں دے دے اس وقت ٹوٹے پیسے تھے نہیں تو حضرت نے اپنے خادم کو بلایا، حضرت کے یہاں خدام بھی تھے ذاتی کام کے لیے، اس سے فرمایا کہ یہ اکنی لے جاؤ اس کے پیسے تڑا کر لے آؤ، وہ پیسے تڑا کر لے آیا تو آپ نے تین پیسے اس کو واپس کرائے اور ایک پیسہ خود لے لیا۔ بولئے صاحب! آنے والے نے کس طرح کی بات چیت کی اور کیسا معاملہ کیا؟ مگر حضرتِ والا نے بجائے ناراض اور خفا ہونے کے کِس شفقت اور محبّت کا معاملہ فرمایا تو یہ حضرات اپنی ذات کے لیے خفا نہیں ہوتے ان کا معاملہ تو اللہ واسطے ہوتا ہے، ان کی خفگی اور ڈانٹ آپکی اپنی ذات کے لیے نہیں ہوتی بلکہ ہمارے فائدے کے لیے ہوتی ہے کہ ہماری اصلاح ہو جائے، ہم بن جائیں۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کیا شان تھی اور کتنے بڑے عالم تھے ؟ آپ لوگ جانتے ہی ہیں ان کا وعظ کیسا ہوتا تھا ؟ اس میں کیا اثر ہوتا تھا اور حضرت کے وعظ میں مجمع کے بارے میں کیا کہا جائے؟ ایک مرتبہ وعظ فرما رہے تھے، ایک شخص کھڑا ہوتا ہے وعظ میں، نہ سلام نہ کلام کھڑے ہوتے ہی مولانا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ مولانا! آپ حرامزادے ہو کر وعظ کہتے ہیں، بولو اس کلمہ کو سُن کر غصہ آئے گا کہ نہیں آئے گا؟ بلا وجہ کسی کو حرامزادہ کہے تو کیا اثر ہو گا؟ وہ ہاتھ سنبھال لے گا کہ نہیں، ڈنڈا سنبھال لے گا کہ نہیں سنبھال لے گا؟ بولو، پھر یہ کہ مجمع میں تو اکثر لوگ معتقد ہی ہوتے ہیں تو ایسے موقع پر مجمع پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟ لیکن حضرت کو غصہ نہیں آیا اور مجمع کی طرف اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو، سب خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بات ایسی نہیں ہے، میرے والدین کا نکاح ہوا، اس کے گواہ اب تک موجود ہیں اور نکاح و گواہ کے بعد جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ ثابت النسب ہوتی ہے کسی نے آپ سے غلط کہہ دیا۔ اس بات کے فرمانے کے بعد پھر آپ وعظ کہنے لگے، یہ اکابر تھے، ان کی یہ شان تھی۔ جب وعظ ختم ہو گیا تو وہ شخص فوراً حضرت کے پیروں پر گر پڑا اور کہا کہ میں تو آپ کو ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ آپ کی ڈانٹ ڈپٹ جو ہوتی تھی اس کے امتحان کے لیے میں نے ایسا کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ واسطے سختی ہے، یا اپنے واسطے سختی ہے۔ کسی کے مکان میں آگ لگی ہو تو اس کو نرمی سے سمجھایا جائے گا؟ سوچو کوئی کنویں کے قریب کھڑا ہے تو وہاں نرمی سے

سمجھائے گا یا ہاتھ پکڑ کر کھینچے گا دھکا دے دے گا کہ آدمی دوسری طرف کو چلا جائے گا، تو کیا اس کو سختی کہیں گے یا ہمدردی کہیں گے؟ خود سوچنے کی چیز ہے کہ کس کے ساتھ ہمدردی کس طرح کرنا چاہیے اور اس کا موقع محل کیا ہے؟ یہ چیزیں سیکھنے کی ہوتی ہیں کہ کس وقت کیا معاملہ کرنا چاہیے۔

اللہ کے قہر سے اس کو بچا لیا

ایک بزرگ تھے ان کا معاملہ عجیب تھا، ایک دفعہ ایک شخص نے مارا پیٹا اور کچھ بُرا کلمہ کہا تو خادم سے کہا کہ ارے جلدی بدلہ لے لے، خادم نے بھی جلدی کی، بعد میں اس نے کہا کہ اجی حضرت! یہ معاملہ آپ کا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ ایسے موقع پر دوسروں کو صبر کی تلقین کرتے ہیں اور خود آپ کا معاملہ یہ ہے کہ اس نے تھپڑ مارا تو آپ نے بھی بدلہ لے لیا۔ اس پر ان بزرگ نے فرمایا کہ بھائی میرا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہے کہ جو مجھے ستاتا ہے ظلم کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہو جاتا ہے، تو اس وقت میں نے سوچا کہ بھائی بدلہ نہیں لوں گا تو اللہ تعالیٰ کے قہر میں یہ مبتلا ہو جائے گا۔ اب تھپڑ سے ہی کام چل جائے گا اور قہر سے بچ جائے گا، اس لیے میں نے تھپڑ لگوایا فوراً، تو بظاہر بدلہ لے رہے ہیں لیکن اس میں بھی ہمدردی ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے قہر سے بچا رہے ہیں۔

حقوق العباد کی تلافی کا انعام

حضرت مولانا شاہ عبدُالغنی صاحب پھولپوری نوَّرَاللہُ مرقدہٗ کس شان کے تھے؟ یہ تو آپ لوگوں کو معلوم ہی ہے حضرت کی ایک بات

خاص دیکھی کہ دین کے یا اہلِ دین کے خلاف اگر کوئی کلمۂ نامناسب استعمال کرتا
بے ادبی کا استعمال کرتا تو پھر حضرت کو ضبط نہیں ہوتا شمشیر برہنہ کی طرح ہو
جاتے ہیں۔ مَیں آپ سے ہی پوچھتا ہوں کہ کوئی ہمارے اور آپ کے سامنے صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اور اس سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
کی شان میں گستاخی کرے تو کیا اس کو برداشت کر سکتے ہیں؟ دین کس کا بھیجا
ہُوا ہے؟ اللہ کا۔ اس کو کون لایا؟ سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام
نے اپنے خون سے اس کو سینچا ہے اگر ان کی کوئی بے ادبی و بے حرمتی کرے تو اس
کو کیسے برداشت کر سکتے ہو؟ جب ہم اور آپ اس کو برداشت نہیں کر سکتے تو
پھر حضرت کی شان تو اس سلسلہ میں بہت نمایاں تھی چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے یہاں
ایک شخص آیا بات چیت ہوتی رہی، بعضے لوگ ہوتے ہیں کہ علماء کی شان میں نامناسب
کلمات کہدیا کرتے ہیں، انہوں نے بھی اس طرح کی بات کہی تو حضرت کو کہاں برداشت؟
اس پر حضرت مولانا نے بہت ڈانٹا ڈپٹا، خیر ہوگئی بات۔ اب سُنئے ان حضرات
کا معاملہ کیسا ہوتا ہے؟ شام کو مغرب کے بعد خیال آیا کہ فلاں شخص جو میرا مُرید بھی
نہیں شاگرد بھی نہیں اس کو آج مَیں نے زیادہ ڈانٹا تھا، یہ حضرات اپنا بھی محاسبہ
کرتے تھے، یہ نہیں کہ اپنی اصلاح سے غافل رہتے، قریب میں ان کا گاؤں تھا،
یہ خیال جیسے ہی آیا فوراً چلدیئے۔ سردی کا زمانہ تھا، راستہ بھی بھُول گئے، مختصر یہ کہ
جب وہاں پہنچے تو وہ تاپ رہے تھے۔ حضرت کو دیکھا تو ان کی عید ہوگئی کہ حضرت
آگئے حضرت آگئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بھائی آج دوپہر کو مَیں نے تم کو ڈانٹا تھا اس کو معاف
کر دو، انہوں نے کہا کہ ارے حضرت! آپ تو ہمارے دادا کے برابر ہیں، آپ

نے ہم کو جو ڈانٹا تھا وہ تو ہمارے ہی فائدے کے لیے تھا، آپ نے فرمایا نہیں بھائی، معاف کر دو۔ اس نے کہا اچھا حضرت معاف کر دیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ حضرت اب چائے پی لیجیے۔ چائے سے فارغ ہو کر حضرت نے فرمایا کہ اچھا اب چھوڑ کر آؤ، چنانچہ وہ پہنچانے گئے، اس معاملہ کی تلافی کے لیے دو ڈھائی گھنٹے بلکہ تین گھنٹے صرف کیے، خیر رات کو تو یہ معاملہ ہُوا اس کی صبح کو حضرت نے فرمایا کہ دیکھو بھائی حق العبد کی تلافی میں نفس کی پامالی ہے' یہ ہے بڑا مجاہدہ، مگر حق تعالےٰ نے اس پر فوراً انعام کیا وہ یہ کہ اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک دریا ہے' اس میں ایک کشتی چل رہی ہے، کشتی میں رسولِ مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ' سوار ہیں' میں بھی ایک کشتی پر سوار ہوں' میری کشتی پیچھے پیچھے چل رہی ہے' سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی! عبدالغنی کی کشتی کو میری کشتی سے باندھ دو، کشتی باندھ دی گئی کشتی کو کشتی سے باندھنے کے لیے جو ملانے میں کھٹ کی آواز ہوتی ہے حضرت فرماتے تھے کہ وہ آواز اب تک کانوں میں گونجتی ہے اور وہ منظر اب تک سامنے ہے ؎

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

یہ تھی اکابر کی شان، اکابر ایسے تھے! میرے عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اہل اللہ و بزرگانِ دین کی طرف سے جو معاملات پیش آتے ہیں ان کا منشا اصلاح و علاج ہوتا ہے، جس کی بنیاد ہمدردی اور شفقت ہی ہے' قرآنِ پاک میں جو مومن کی شان بیان کی گئی ہے ان حضرات کی بھی وہی شان ہے ان کے

معاملات اس کے خلاف نہیں ہوتے یہ حضرات تو بہت زیادہ کتاب و سُنت پر عمل کرنے کا اہتمام فرماتے ہیں، تو بات یہ چل رہی تھی کہ مومن کی شان بتلائی گئی ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ۔

(پ ۱۰، رکوع ۱۵)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

باہمی ہمدردی کا حقِ اسلامی کیا ہے؟

جب ایک دوسرے دینی دوست ہوئے تو اس تعلق اور دوستی کا حق کیا ہے اور یہ تعلق کیسے باقی رہے گا؟ اس کو آگے بیان کیا گیا۔

يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط (پ ۱۰، رکوع ۱۵)

نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں۔

اچھائیوں کو پھیلانا اور بُرائیوں سے روکنا یہ دینی حق ہے اور اُمتِ مُسلمہ کا مستقل فریضہ ہے، اس کی یہ ڈیوٹی ہے کہ خود بھی طاعات کا اہتمام کرے اور گناہوں سے بچے ہی کے ساتھ دوسروں کو بھی اچھائیوں کی دعوت دے، بُرائیوں سے روک ٹوک کرے۔ آج منکرات پر روک ٹوک کے سلسلہ میں جیسی محنت اور کوشش ہونا چاہیے اس کے لیے جیسی فکر ہونا چاہیے اس میں کمی ہوتی جارہی ہے آج روک ٹوک کی کمی سے بُرائیاں سیلاب کی طرح پھیلتی جارہی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں مختلف قسم کے منکرات ہو رہے ہیں مگر ہم کو اس کی اصلاح کی فکر نہیں اِلّاماشاءاللہ اپنی اولاد، اپنے متعلقین اور دوست واحباب کو ایک مکھی جو چائے کی پیالی میں

پڑگئی ہو اس کو نگلنے نہ دیں گے لیکن گناہوں کے روحانی سانپ اور بچھوان کے پیٹ میں داخل ہو جائیں سب گوارا ہے، یہ کیا معاملہ ہے ؟

پردۂ شرعی کے اہتمام میں کمی ہو رہی ہے

اس وقت توجہ دلانے کے لیے

بتلا رہا ہوں کہ پردہ یہ معاشرت کی چیز ہے، قرآن پاک میں اس کو بڑی توضیح و تشریح کے ساتھ بیان کیا گیا، اور اس کے اہتمام کا حکم دیا گیا، لیکن آج بے پردگی بڑھتی جا رہی ہے، اس منکر کی اصلاح کی بڑی فکر کی ضرورت ہے۔ پردہ شرعی آج کل صلحا کے گھرانوں میں بھی نہیں ہے طاعات ماشاء اللہ ہم خوب کرتے ہیں اشراق و اوابین پڑھتے ہیں، چاشت پڑھتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں، ذکر کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ گھر میں کتنی دفعہ بے پردگی ہوتی ہے ؟ کتنی دفعہ گناہ کے اندر مبتلا ہوتے ہیں ؟ سوچو اس کا اثر کیا ہوگا ؟ احساس بھی نہیں، حالانکہ ماموارت کا تو ماشاء اللہ اہتمام ہے لیکن اسی کے ساتھ ایک شخص غیبت کیا کرتا ہے ایک شخص میں ساری خوبیاں ہیں لیکن بخل کے اندر مبتلا ہے، اس کے قلب میں تکبّر ہے تو سوچو اس کا اثر کیا ہوگا ؟ سب پر پانی پھر جائے گا، جنت میں نہیں جائے گا بغیر سزا بھگتے ہوئے جب تک کہ توبہ نہیں کرتا۔ اگر توبہ کر لی سچی تو پھر اس کا معاملہ تو الگ ہے، بعضے گناہ تو وقتی ہوتے ہیں، تھوڑی دیر کے لیے کسی کی رعایت میں گئے کہیں شادی خانہ میں اور وہاں بے احتیاطی ہو گئی، غلطی ہو گئی، بُرائی ہو گئی گانا باجا ہو رہا تھا وہاں بے احتیاطی ہو گئی وقتی طور پر لیکن بے پردگی یہ کتنی دفعہ دن میں ہوتی ہے اور کتنی دفعہ یہ گناہ ہوتا ہے مگر اس کا احساس بھی نہیں، اور فکر بھی

نہیں، قابلِ فکر چیز ہے یہ۔ اس منکر کے اصلاح کی ضرورت ہے۔

طاعات کا نور گناہ سے غائب ہو جاتا ہے

لوگ شکایت کرتے ہیں کہ صاحب ہم طاعات کرتے ہیں مگر ہم کو اس کے فائدے نہیں محسوس ہوتے، تو بھائی بات یہ ہے کہ طاعات کے ساتھ گناہ بھی کرتے رہتے ہیں تو پھر اس کے فائدے کیسے مرتب ہوں گے؟ اور میں اس کی توضیح ایک مثال سے کرتا ہوں کہ ایک ٹنکی ہے بڑی، اس میں پانی بھرا جائے رات بھر، اب جب صبح کو گئے دیکھنے کے لیے کہ ٹنکی تو بھر گئی ہو گی پانی سے، جا کر دیکھا تو وہ بھری ہی نہیں، ارے کیا بات ہو گئی؟ دیکھا تو نیچے اس کی ٹونٹی کھلی ہوئی ہے جتنا پانی ٹنکی میں آیا وہ اس کے ذریعہ سے نکل گیا، ایسے ہی طاعات کا جو نور ہوتا ہے وہ ٹھہرنے نہیں پاتا کہ گناہ کے ذریعے غائب ہوتا ہے اس لیے گناہ سے بچنے کی ضرورت ہے۔

قانونی سزا سے بے پردگی کا انسداد

شریعت میں ہر چیز کے آداب وحدود ہیں، ہر کام کے طریقے ہیں ان کو معلوم کیا جائے اور اس کے موافق معاملہ کیا جائے تو اس سے بڑی آسانی اور سہولت ہو جائے گی کسی کے گھر میں پردہ نہیں ہے اور وہ پردہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے حدود ہیں اس کو معلوم کرے، شرعی پردہ کو بہشتی زیور میں تفصیل سے لکھ دیا گیا ہے اس کو دیکھا جائے کچھ نہ کچھ تو مشقت ہوتی ہی ہے، اور میں کہتا ہوں کہ اگر قانون لگا دیا جائے کہ جو شخص بے پردگی میں پکڑا جائے گا۔ اور بے پردگی ثابت ہو جائے گی تو زیادہ نہیں صرف چھ مہینہ کی سزا بامشقت ہو

گی، یا کچھ نہیں پندرہ منٹ کے لیے مُرغا بنایا جائے گا، پندرہ منٹ کے لیے گدھا بھی بنا دیا جائے گا - کیا معنیٰ گدھا بنا دینے کے کہ گدھے کی شکل میں کھڑا کر کے دھوبی کے پرانے کپڑے لاد کر پچاس قدم چلوا دیا جائے گا بس اتنی سزا مقرر کر دی جائے، زیادہ نہیں، تو پھر دیکھو، پردہ ہونے لگ جائے گا یا نہیں؟ جب دُنیا کی سزا کے ڈر سے اس کا اہتمام کیا جا سکتا ہے تو پھر آخرت کی سزا اور اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کے ڈر اور خیال سے جو کہ بے پردگی کی وجہ سے ہو گی اس سے اور زیادہ بچنا چاہیے -

بے پردگی کے نقصان کو بار بار بتلایا جائے

جس چیز کی اہمیت ذہن میں ہوتی ہے اس کے لیے آدمی سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور اس کے لیے کرتا ہے سب کچھ، بعضے خاندانوں میں ہوتا ہے مونچھیں بڑی بڑی رکھنے کا دستور، تو ایک خاندان میں یہی دستور تھا، ایک صاحب کے لڑکے نے مونچھیں نہیں رکھیں تو انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم تم کو موقع دیتے ہیں کہ مونچھیں بڑھا کر رکھیں ورنہ میں تم کو عاق کر دوں گا، گھر سے نکال دوں گا - جی، اس کہنے کے بعد اب کیا ہُوا؟ وہ صاحب زادے چلنے لگ گئے اسی طریقہ سے، تو میرے عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ جس کی اہمیت ذہن میں ہوتی ہے تو پھر اس کے لیے آدمی سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے چاہے اس میں کتنی مشقت ہو، اس لیے ضرورت ہے کہ پردہ کی اہمیت کو اور بے پردگی کے مفاسد اور اس کے نقصان کو بار بار بتلایا جائے تاکہ ذہن میں اس کی اہمیت بیٹھے، ایسے ہی عورتوں کو نرمی سے سمجھاؤ،

سختی کی ضرورت نہیں۔

اُمّہات المؤمنین سے پردہ کا حکم

اسی سلسلہ میں ایک بات اور مختصراً عرض کر دوں تاکہ اندازہ ہو کہ یہ کتنی اہم چیز ہے ارشادِ ربانی ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِکُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ (پ ۲۲، رکوع ۴)

جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عُمدہ ذریعہ ہے۔

اس آیت میں جن کو پردہ کا حکم دیا گیا ہے ان میں مردوں میں صحابہ کرام ہیں اور عورتوں میں ازواجِ مطہرات ہیں صحابہ کرام کی شان کو دیکھو مردوں میں ان سے بڑھ کر کوئی نیک اور پاکباز نہیں ہو سکتا، اور ادھر ازواجِ مطہرات کی شانِ عالیہ کو دیکھو کہ جن کے دلوں کو پاک وصاف رکھنے کا ذمہ حق تعالےٰ نے خود لیا ہے، فرمایا گیا۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا ○ (پ ۲۲، رکوع ۴)

اور اللہ تعالےٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک وصاف رکھے۔

اللہ تعالےٰ کو یہ منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو تم سے آلودگی کو دُور رکھے اور تم کو پاک وصاف رکھے، اور پھر اُمت کی مائیں ہیں یہ شرف ہے ان کا۔

پھر بھی فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ کہ دیکھو کبھی کوئی ضرورت پڑا کرے کوئی چیز لینے کی،
اور کوئی محرم نہیں ہے، کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہے تو ایسی حالت میں کوئی چیز مانگا کرو
تو پردے اور آڑ سے مانگا کرو، فرمایا کہ ہم جانتے ہیں کہ تم پاک دل ہو، صاف
دل ہو لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے دل زیادہ پاک وصاف ہو جائیں یا رہیں،
جیسے اب تک دونوں جانبین کے دل پاک ہیں آئندہ بھی ہمیشہ کے لیے ایسے
ہی رہیں۔

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ۔ (پ ۲۲، رکوع ۴)

ترجمہ: یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عُمدہ ذریعہ ہے

یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے
اس کی میں توضیح کرتا ہوں ایک مثال سے، گرمیوں میں ماشاء اللہ روزہ رکھتے
ہیں، پیاس بھی لگتی ہے، ضبط بھی کرتے ہیں، اب ایسی حالت میں کہیں ہم جارہے
ہیں صراحیاں اور ٹھنڈے پانی کی بوتلیں سامنے آئیں، تو کیا نفس نہیں چاہتا کہ
پی لو؟ تقاضا تو ہوتا ہے کیا اس تقاضے سے روزے میں کچھ کراہت آتی ہے؟
کچھ نہیں، لیکن ایسے میں ضبط کرتا ہے تو اور زیادہ اجر ملتا ہے۔ تو ایسے ہی فرماتے
ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ پاک وصاف تو تمہارے نفوس ہیں اور زیادہ پاک و صاف
رہیں، وسوسے بھی نہ آئیں، گو وسوسے میں مؤاخذہ نہیں ہوتا، کوئی چیز سامنے
آجاتی ہے تو اور اثر پڑتا ہے آڑ میں ہو جاتی ہے تو اور اثر پڑتا ہے۔ وہی صراحی
اور ٹھنڈے پانی کی بوتلوں والا معاملہ کہ سامنے آجائیں تو اور بات ہوتی ہے،
اور سامنے نہ ہوں تو دوسری کیفیت ہوتی ہے تو اتنے پاکباز جو لوگ ہیں ان

کو دل کی صفائی اور نفسانی وساوس سے بچنے کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے کہ درمیان میں پردہ ہونا چاہیے تو ہمہ شما کے لیے تو اور زیادہ ضروری ہے کہ اس کا اہتمام اور پابندی کریں۔

دیور سے بے پردگی کا انجام

بلی کے جھوٹے کے لیے جو سہولت دی گئی ہے کہ اس کا جھوٹا نجس اور ناپاک نہیں ہے۔ وہ کیوں ہے؟ اس کی وجہ بھی بیان فرمائی گئی ہے۔

اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ۔ (مشکوٰۃ۔ جلد ۱، ص ۵۱)

یہ تمہارے پاس آنے جانے والوں میں سے ہیں۔

اس کا آنا جانا زیادہ رہتا ہے، گھروں میں اس کو پالتے ہیں، مانوس جانور بھی ہے، ظاہر ہے کہ برتنوں میں بھی مُنہ ڈال دیتی ہے ایسی صورت میں اگر اس کے جھوٹے کے نجس ہونے کا حکم لگا دیا جاتا تو اس سے تنگی اور مشقت ہو جاتی۔ اس لیے شریعت نے اس سلسلہ میں سہولت دی ہے اب بعضوں کے ذہنوں میں آیا کہ بلی کا زیادہ آنا جانا رہتا ہے جس کی بنا پر اس کے جھوٹے کے سلسلہ میں سہولت دی گئی ہے۔ ایسے ہی گھر میں شوہر کے بھائی کا آنا جانا بھی زیادہ رہتا ہے تو ہو سکتا ہے اس سے پردہ نہ ہونے میں بھی کوئی گنجائش ہو۔ اسی لیے سوال کیا کہ شوہر کے بھائی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا، اس کے عرض کرنے سے پہلے ایک بات عرض کر دوں تاکہ اس جواب کی اچھی طرح توضیح ہو جائے ہمارے اُردو زبان میں جب کسی کی تعریف کرتے ہیں مثال کے طور پر بہادری میں تو

اس کے دو طریقے ہیں ایک تو یوں کہتے ہیں کہ زید مثل شیر کے ہے' اور ایک یوں کہتے ہیں کہ زید شیر ہے۔ تو دونوں میں فرق ہے کہ نہیں ؟ فرق ہے' زید کی تعریف اور اس کی بہادری تو دونوں صورتوں میں ہو رہی ہے لیکن دونوں میں فرق ہے، ایک میں مبالغہ کم ہے' دوسرے میں مبالغہ زیادہ ہے' ایسے ہی ایک دوسری مثال ہے، مان لیجئے کہ کوئی صاحب ہیں وہ قرآن پاک عمدہ پڑھتے ہیں' قواعد کی رعایت کرتے ہیں اور ماشاء اللہ آواز بھی اچھی ہے کہ فلاں شخص تو مثل قاری عبدالباسط صاحب کے پڑھتا ہے۔ اور ایک یہ کہ اس طرح کہیں کہ فلاں شخص تو قاری عبدالباسط ہو گیا تو دونوں میں فرق ہے کہ نہیں' پہلی بات میں مبالغہ کم ہے اور دوسری بات میں مبالغہ زیادہ ہے' تو آپ نے جو جواب ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ۔

الحمو الموت دیور موت ہے

شوہر کا بھائی موت ہے اس میں بھی وہی بات ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ شوہر کا بھائی مثل موت کے ہے' بلکہ یہ فرمایا کہ موت ہے اس سے زیادہ مبالغہ اور شدت بیان کرنا مقصود ہے، کیوں بھائی بتلاؤ موت طبعاً پسند ہے کہ نہیں ؟ خواص کی بات تو چھوڑو، جو عشاق ہیں ان کا معاملہ تو الگ ہے وہ تو کہتے ہیں کہ ؎

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم و زپئے جاناں بروم

جیسے کسی سے کہا جائے کہ میاں ہوائی جہاز سے عمرہ کے لیے جاؤ گے مفت'

رہنے کی جگہ بھی ملے گی مفت، توسب تیار ہو جائیں گے شوق سے۔ ایسے ہی وہ موت کے مشتاق رہتے ہیں، وہ خوش ہوں گے جس دن اس جہان سے جائیں گے کیونکہ محبوب پروردگار کے دربار میں حاضری ہوگی، یہ خواص کا معاملہ ہے لیکن عام لوگوں کو موت طبعاً پسند نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ابھی کسی سے کہا جائے کہ ٹھنڈے کا گلاس پیش کرنا چاہتا ہوں، اگر اجازت ہو تو پیش کروں، یا کسی سے کہا جائے کہ سو روپیہ ہدیہ دینا چاہتا ہوں اجازت ہو تو پیش کروں؟ تو اجازت دے دے گا کہ اچھی بات ہے، اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ دودھ کا گلاس ہے، اس کو پیش کرنا چاہتا ہوں، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سے جو پی لے گا اس کا سفرِ وطنِ اصلی کا چھ گھنٹے میں ہو جائے گا، اس میں جمعہ کی نماز تو مل جائے گی، وصیت کا موقع مل جائے گا تو بھائی ایسے ہدیہ کو کون لے گا؟ اور کون اس کو پیئے گا؟ کتنے آدمی اس کو پینے کے لیے ہاتھ بڑھائیں گے؟ کوئی تیار نہیں ہوگا، اس کے لیے کیوں؟ موت پسند نہیں عام لوگوں کو طبعاً، تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ جانتے ہو کہ شوہر کے بھائی کا کیا حکم ہے

الحمو الموت   دیور موت ہے

یوں نہیں کہا کہ مثل موت کے ہے بلکہ فرمایا موت ہے جس طرح موت سے احتیاط کرتے ہو، پرہیز کرتے ہو ایسے ہی اس کے ساتھ بھی معاملہ کرو، اس سے بھی پرہیز کرو۔

آپ کہیں گے کہ صاحب پردہ | **تو ہی ہمّت ہار رہے تو ہی ہمّت ہار رہے**

کیسے ہوگا؟ بڑی دقت و دشواری ہوگی، گھر چھوٹا ہے، تنگ ہے، تو بھائی بات اصل یہ ہے کہ تھوڑے سے اہتمام اور فکر کی ضرورت ہے۔ اگر ہم پردہ کرنا چاہیں، ہمارا بھائی پردہ کرنا چاہے تو آسانی کے ساتھ ہو جاتا ہے، ہمت اور ارادہ کی ضرورت ہے، انسان جب کسی چیز کا ارادہ کر لیتا ہے اور ہمت سے کام لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی نصرت ہوتی ہے، آسانی کے لیے شکلیں اور صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں، کمی ہماری ہے، کوتاہی ہماری طرف سے، ورنہ کوئی بھی دشواری نہیں ہے

طریق عشق میں تجھے جو چلنا دشوار ہے
تو ہی ہمت ہار ہے تو ہی ہمت ہار ہے

میں ایسے گھرانوں کو جانتا ہوں کہ جہاں چار بھائی رہتے ہیں، چاروں کی بیویاں ہیں اور ان کے یہاں شرعی پردہ چالو ہے، شریعت نے آسانیاں دی ہیں، صورتیں بتلائی ہیں علما سے پوچھئے، معلوم کریئے، تو بے پردگی جو عام ہوتی جارہی ہے اور معاشرے میں یہ منکر پھیل رہا ہے اس کی اصلاح کی طرف توجہ دی جائے، عورتوں کو نرمی سے سمجھایا جائے، سختی کی ضرورت نہیں۔

دوسروں کی اصطلاحات کو نہ اختیار کیا جائے

ہاں ایک چیز یہ بھی عرض کر دوں کہ بات چیت کے سلسلہ میں قابلِ اصلاح چیز یہ بھی ہے کہ گفتگو کرنے میں احتیاط رکھی جائے۔ ہماری اُردو زبان میں دوسرے الفاظ داخل ہونا شروع ہوگئے عربی و فارسی کے بجائے دوسرے الفاظ آنے لگ گئے، بولنے

میں ذرا فکر رکھیں پہلے سے جو عادتیں پڑی ہوئی ہیں اس کی اصلاح ودرستگی کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، ہلکے ہلکے اس کو چھوڑنے کی فکر اور اہتمام رکھا جائے، دوسروں کی مشابہت اختیار کرنا جس طرح اور چیزوں میں منع ہے ایسے ہی بولنے میں بھی دوسروں کی نقل اور ان کے الفاظ کے استعمال سے احتیاط کا حکم ہے چنانچہ زمانہ جاہلیت کے جو لوگ دیہاتی اور ناواقف تھے وہ مغرب کو عشاء اور عشاء کو عتمہ کہتے تھے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ان الفاظ کو استعمال کرنے سے منع فرمایا، اور ارشاد فرمایا۔

لا یغلبنکم الاعراب علیٰ اسم صلوٰتکم المغرب (مشکوٰۃ ۱/۶۲)

دیہاتی لوگ نماز مغرب کے نام لینے میں تم پر غالب نہ آجائیں۔

کہ دیکھو بھائی دیہاتی لوگ جو ہیں، ناواقف جو لوگ ہیں، وہ تمہارے اُوپر کیا غالب نہ آجائیں؟ کہ وہ مغرب کو عشاء، عشاء کو عتمہ کہتے ہیں، تو تم لوگ بھی ان کی اصطلاح کو اختیار کرنے لگو یعنی ایسا نہ کرنا اور مغرب کو مغرب کہنا، عشاء کو عشاء کہنا۔ یہ تو میں نے توجہ دلانے کے لیے یہ بات کہی کہ جہاں اور بہت سی چیزیں قابلِ اصلاح ہیں وہاں یہ چیز بھی ہے۔ چنانچہ حدیث سے بھی اس کی کتنی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ دوسروں کے الفاظ اور ان کی اصطلاح کے استعمال کرنے میں احتیاط کرنا چاہیے فارسی اور عربی زبان میں الفاظ کی کوئی کمی نہیں ہے کہ دوسری زبان کے الفاظ کو بولا جائے۔

توبھی جوئی لب نان دربدر

اور معاشرت اور رہنے سہنے کے سلسلہ میں عام طور پر صفائی ستھرائی

میں بھی کمی ہوتی جارہی ہے، صفائی ستھرائی کی کتنی اہمیت ہے اور کتنی پسندیدہ چیز ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسائل کی کتابوں میں مستقل پاکی وصفائی کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ آج عجیب حال ہو رہا ہے لوگوں کا کہ عام طور پر صفائی وستھرائی کو انگریزوں کی چیز سمجھنے لگ گئے۔ عرصہ کی بات ہے کہ ایک صاحب تھانہ بھون خانقاہ میں تشریف لے گئے، وہاں حضرتِ والا کے یہاں نظم وضبط، صفائی وستھرائی تھی، تو وہ صاحب ان سب چیزوں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہاں انگریزوں جیسا نظام ہے۔ ان کے ذہن میں گویا اصل وہ ہے، کیا حال ہو رہا ہے؟ اپنی چیز بھول گئے۔ اسی کو مولانا نے فرمایا ؂

یک سبد پر نان ترا بر فرق سر

تو ہمی جوئی لب نان در بدر

ایک روٹیوں کا ٹوکرا تمہارے سر پر رکھا ہوا ہے اور تم روٹیوں کے ٹکڑے کے لیے بھیک مانگتے پھر رہے ہو، کتنی غفلت ہے؟ اور کتنی ناواقفیت ہے؟ شریعت نے، اسلام نے ہم کو سب چیزیں بتلائیں، لیکن ہماری توجہ ادھر نہیں ہے اور یہ کتنی اہم چیزیں ہیں، نماز کتنی مہتم بالشان چیز ہے، لیکن اس کی تفصیل وترتیب نہیں بتلائی گئی۔ قرآن پاک میں رکعات نہیں بتلائی گئیں ہیں اس لیے رسول اکرم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بتلاویں گے لیکن معاملات و معاشرت کے سلسلہ میں تفصیلی طور پر ہدایات دی گئیں۔ قرض کے سلسلہ میں مسلسل ایک رکوع نازل کیا گیا، آیت مداین ایک پورا رکوع ہے اس کے آداب اس کے حقوق کے بارے میں جس سے اس کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ اسلامی

معاشرت، اسلامی معاملات، اسلامی اخلاق یہ سب چیزیں اہم اور ضروری ہیں، آج ان میں کوتاہیاں ہو رہی ہیں۔

اُمّتِ مسلمہ کی یہ ذمّہ داری ہے

معاشرت اور رہن سہن میں دوسروں کی دیکھا دیکھی اور نقل کی وجہ سے بہت سے منکرات پھیلتے جارہے ہیں، ان کی اصلاح کی فکر کی جاوے یہ امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے اور ہمدردی اور خیر خواہی کا تقاضا ہے، منکر کو منکر جاننا اور اس کو بُرا جاننا اور اس کی اصلاح و درستگی کی فکر کرنا یہ تو ضروری ہے لیکن جو کسی منکر میں مبتلا ہو تو اس کی تحقیر مت کرو، نکیر تو کرو مگر تحقیر مت کرو، کسی کا بیٹا بیمار ہوتا ہے تو کیا اسے وہ ذلیل سمجھتا ہے؟ نہیں، چچا اور باپ، دادا بیمار ہوں تو انہیں کیا ذلیل سمجھتے ہو؟ نہیں، بلکہ ان کی عظمت اور محبت دل میں ہوتی ہے ساتھ ہی ان کا علاج اور دوا کی بھی فکر کرتے ہو، ایسے ہی بھائی یہاں بھی معاملہ ہونا چاہیے جو لوگ کسی منکر میں مبتلا ہیں تو وہ بھی روحانی بیمار ہیں ان کے ساتھ تحقیر کا معاملہ اور تذلیل کا معاملہ نہیں ہونا چاہیے۔

نکیر تو کرے مگر تحقیر نہ کرے

بزرگانِ دین کے یہاں اس کا بڑا اہتمام ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں حدود کی رعایت کرتے ہیں، مجھے اس وقت ایک واقعہ یاد آیا جو حضرت حکیم الامّت مجدد الملت مولانا تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کے مواعظ میں بھی ہے کہ قاضی ضیاء الدین سنامی یہ محتسب تھے، حضرت سلطان الاولیاء سلطان نظام الدین کے ہم عصر ہیں، حضرت سلطان جی صاحبِ سماع تھے،

سماع سنتے تھے، آپ کا جو سماع تھا اس کے لیے شرائط مقرر تھے، سننے والے کیسے ہونا چاہیئے فرماتے ہیں کہ ۔

سامع از اہلِ دل باشد از اہل ہوا و شہوت نباشد

سننے والا اہلِ باطن ہو، اہلِ ہوائے نفسانی و اہلِ شہوت نہ ہو۔

یہ تو شرط تھی سننے والوں کے لیے اب یہ کہ سُنانے والا کیسا ہو؟ فرماتے ہیں

مسمع مرد تمام باشد، زن و کودک نباشد

سُنانے والا پُورا مرد ہو، عورت یا بے ریش لڑکا نہ ہو۔

سُنانے والا اس قسم کا ہونا چاہیے، تب جاکر اس کو سُنانے کی اجازت ہوگی اب یہ کہ جو سُنایا جائے اس کا مضمون کس قسم کا ہونا چاہیئے فرماتے ہیں کہ

مسموع مضمون ہزل نباشد

سننے کی جو چیز ہے اس میں کوئی بیہودہ مضمون نہ ہو۔

جو اشعار پڑھے جائیں ان کے مضامین بالکل صحیح اور درست ہونا چاہیئے اسی کے ساتھ ایک شرط اور بھی ہے ۔

آلۂ سماع چنگ و رباب درمیاں نباشد

آلۂ سماع باجے گاجے نہ ہوں ۔

باجے گاجے سننے سے تو آدمی فاسق ہو جاتا ہے، بزرگ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر کسی کے لیے کوئی ثابت کرے، خوب دلائل سے ثابت کرے کہ فلاں بزرگ باجا گاجا سنتے تھے تو اسی دن سے ہم انہیں بزرگ نہیں سمجھیں گے" حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں ہاتھوں کے باجے کے مٹانے کے

لیے آیا ہوں، اور مُنہ کے باجے کو مٹانے کے لیے آیا ہوں، فتاویٰ قاضی خان
اور دیگر فتاوے کی کتابوں میں ہے کہ جو شخص باجا اپنے گھر میں رکھتا ہے بجاتا
نہیں ہے وہ بھی فاسق ہے، اس کی گواہی معتبر نہیں۔ وہ گھر میں کس۔ لیے رکھا
ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ارادہ ہے بجانے کا یہ اس لیے عرض کیا کہ حضرت سلطان
جی کا جو سماع تھا، اس کے یہ حدود تھے، اس لیے وہ درست تھا، جائز تھا، لیکن
قاضی ضیاءُ الدین سنامی اس پر بھی نکیر کیا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ لوگ یہ تو
دیکھیں گے نہیں کہ سلطان جی سماع کن شرائط کے ساتھ سنتے تھے، پورے حدود
کے ساتھ سنتے تھے جو اشعار پڑھے جاتے تھے وہ بھی بالکل صحیح اور درست ہوتے
تھے، ان سب چیزوں کو نہیں دیکھیں گے، وہ تو صرف یہ دیکھیں گے کہ سلطان
جی صاحبِ سماع تھے، اس کو دلیل بنالیں گے، اس لیے قاضی صاحب اس
پر نکیر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار قاضی صاحب کو معلوم ہُوا کہ سلطان جی کے
یہاں سماع ہورہا ہے تو وہ اپنی فوج کو ساتھ لے کر روکنے آئے، یہاں پہنچ کر
دیکھا کہ ایک بڑا شامیانہ قائم تھا اور اُس کے اندر سلطان جی کی جماعت کا اس قدر
ہجوم تھا کہ قاضی صاحب کو اندر جانے کا راستہ نہ ملا، تو اُنھوں نے حکم دیا کہ خیمہ
کی طنابیں کاٹ دو تاکہ مجمع منتشر ہوجائے، فوج نے خیمہ کی طنابیں کاٹ دیں
مگر خیمہ اسی طرح ہَوا پر معلق رہا، گرا نہیں، قاضی صاحب نے اپنی جماعت سے
فرمایا کہ اس سے دھوکہ نہ کھانا، بدعتی سے خوارق کا صدور ہوسکتا ہے اور یہ
قبولیت کا سبب نہیں، اس وقت تو واپس ہوگئے، دوسرے وقت حضرت
سلطان جی کے گھر پر گئے اور فرمایا کہ تم سماع سے توبہ نہ کروگے، سُلطان جی

نے فرمایا کہ اچھا اگر ہم حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے پچھوا دیں، جب تم منع نہ کرو گے، کہا اچھا پچھوا دو۔ چنانچہ سُلطان جی نے ان کی طرف توجہ کی تو ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مکشوف ہوئی کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان سے فرما رہے تھے کہ فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو؟ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں کس حال میں ہوں، جاگ رہا ہوں یا سو رہا ہوں یا مدہوش اور آپ کے جو ارشادات حضراتِ صحابہ نے بیداری کی حالت میں آپ سے سُن کر بیان فرمائے ہیں وہ اس ارشاد سے اولیٰ اور اقدم ہیں جو مَیں اس وقت سُن رہا ہو۔ اس پر حُضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور یہ حالت ختم ہوگئی، تو سلطان جی نے کہا کہ دیکھا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کیا فرمایا، اس پر قاضی صاحب نے فرمایا کہ دیکھا ہم نے اس پر کیا عرض کیا۔ اس گفتگو کے بعد قاضی صاحب بیٹھے ہی تھے کہ انہیں کے سامنے قوال کو اشارہ کیا، اس نے پڑھنا شروع کیا، قوال نے کوئی شعر پڑھا جس پر سلطان جی کو وجد ہُوا اور وہ کھڑے ہوگئے تو قاضی صاحب نے ہاتھ پکڑ کر بٹھلا دیا، تھوڑی دیر میں غلبۂ وجد سے سلطان جی پھر کھڑے ہُوئے تو پھر دوبارہ قاضی صاحب نے ان کو بٹھلا دیا، پھر تھوڑی دیر میں غلبۂ وجد سے سلطان جی کھڑے ہو گئے، تو اس تیسری دفعہ قاضی صاحب ہاتھ باندھ کر سلطان جی کے سامنے کھڑے ہو گئے، اس پر لوگوں کو بالخصوص قاضی صاحب کی جماعت والوں کو بڑا تعجب اور بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیا ہونے لگا! اس معاملہ سے سب کا خیال یہ ہُوا کہ بس آئندہ اب قاضی صاحب سماع سے منع نہ کریں گے مگر جب

مجلسِ سماع ختم ہوئی تو قاضی صاحب یہ کہہ کر اُٹھے کہ اچھا میں پھر کبھی آؤں گا اور تم کو اس بدعت سے روکوں گا۔ اب جب وہاں سے واپس ہونے لگے تو لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی کہ آپ تیسری مرتبہ ہاتھ باندھ کر سلطان جی کے سامنے کھڑے ہو گئے؟ تو فرمایا بات یہ ہے کہ پہلی دفعہ جب وجد آیا تو ان کی روح پہلے آسمان تک پہنچی یہاں تک کہ میری بھی پہنچ تھی، لہٰذا میں ان کو واپس لایا دوسری مرتبہ جو وجد ہوا تو ان کی روح عرش کے نیچے پہنچی یہاں تک بھی میری رسائی تھی، وہاں سے واپس لایا اور بٹھلا دیا تیسری بار جو وجد ہُوا تو ان کی روح فوق العرش پہنچی میں نے چاہا کہ وہاں سے بھی واپس لاؤں کہ ملائکہ عرش نے روک دیا کہ عرش کے اُوپر نظام الدین ہی جا سکتے ہیں تم نہیں جا سکتے ہو اس وقت مجھے عرش کی تجلیات نظر آئیں۔ ان تجلیات کے سامنے میں دست بستہ کھڑا ہوا تھا۔ میں بدعتی کے سامنے تھوڑا ہی دست بستہ ہوا تھا بلکہ تجلیاتِ الٰہیہ کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ وہ چاہے عرش سے اوپر پہنچ جائے مگر اس بدعت سے پھر بھی منع کروں گا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ قاضی صاحب بھی بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ مقامات تھے اور سلطان جی کے مقام و مرتبہ کو جانتے تھے لیکن ان میں کتنی پختگی تھی کہ سلطان جی کے مقام سے واقف ہونے کے باوجود بدعت کو بدعت ہی سمجھتے رہے اور فکر کرتے رہے اسی درمیان میں اطلاع ملی کہ قاضی ضیاءُ الدین سنامی بیمار ہو گئے۔ سلطان جی کو بتایا گیا کہ معالجین نے تجویز کیا ہے کہ یہ ان کے آخری اوقات ہیں یعنی جسے مرض الموت کہتے ہیں۔ اب سنئے! یہ تھے یہ حضرات اور ان کی یہ شان تھی، کہ جب ان کی یہ حالت اور

کیفیت معلوم ہوئی تو حضرت سلطان جی نے کہا کہ مَیں عالمِ ربانی، بڑے عالم کی مزاج پُرسی کے لیے جاؤں گا کیوں کہ یہ سُنّت ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ تو آپ پر نکیر کرتے ہیں اور بُرا بھلا کہتے ہیں اور آپ ان کی عیادت کے لیے جانا چاہتے ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ ان کا منصب ہے، یہ ان کا حق ہے۔ چنانچہ حضرت سلطان جی تشریف لائے، جب دروازہ پر پہنچے تو اطلاع کرائی کہ عیادت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ جب اطلاع گئی تو قاضی ضیاء الدین ہوش و حواس میں تھے فرمایا کہ کہہ دو کہ یہ لقاءِ محبوب کا وقت ہے، یہ وقت وصالِ حق کا ہے، یہ دنیا سے رُخصت کا وقت ہے اس وقت میں بدعتی پیر کا مُنہ دیکھنا نہیں چاہتا، ایسا نہ ہو کہ ان کے مواجہ میں میری موت آجائے۔ بدعتی پیر کے مواجہ میں مَیں مرنا نہیں چاہتا۔ اس کا اثر کیا ہوا؟ کہ حضرت سلطان جی نے کہا کہ نظام الدین ایسا گستاخ نہیں ہے کہ بارگاہِ سُنّت میں بدعت سے ملوث ہو کر آئے، اس بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے، شریعت کی اتنی عظمت اور اس کے ادب و احترام کا اس قدر پاس و لحاظ۔ اب اس کے بعد سنئے جو ابھی تک مُنہ نہیں دیکھنا چاہتے تھے یہ جواب سُن کر فرمایا کہ میں یہی چاہتا تھا کہ اس پر نکیر ہو جائے اور فرمایا کہ میں سلطان جی کی جلالتِ شان سے واقف ہوں۔ جب قاضی صاحب نے یہ جواب سُنا تو ان پر ایک حالت طاری ہو گئی، آبدیدہ ہو کر اپنا عمامہ سر سے اُتار کر خادم کو دیا کہ لے جاؤ میرا عمامہ بچھا دو اور سلطان جی سے کہو کہ اس عمامہ پر پیر رکھ کر تشریف لائیں، کہاں مُنہ دیکھنا گوارہ نہیں تھا کہاں اپنا عمامہ بچھا رہے ہیں۔ خادم جب عمامہ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپ نے اس کو

سر پر رکھ لیا کہ یہ عمامہ شریعت ہے میں اس کو اپنے سر پر رکھ کر حاضر ہوں گا،
جب حاضر ہوئے تو قاضی صاحب نے یہ شعر پڑھا ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

یہ وہ حضرات ہیں کہ خاک کے اوپر نظر ڈالیں تو کیمیا بنا دیں۔ آپ میرے اوپر نظر کیجئے، کہ حُسنِ خاتمہ کی دولت سے مشرف ہو جاؤں۔ ابھی تک منہ دیکھنا گوارا نہ تھا کیوں مقصد کیا تھا کہ یہ لوگ دینی غلطی میں مبتلا نہ ہوں، جب اسکی اصلاح ہو گئی تو اب اپنے کو مٹا رہے ہیں، دعا کی درخواست کر رہے ہیں توجہ فرمانے کے لیے درخواست کر رہے ہیں، جیسے کوئی قاری صاحب ہوں کہ ایک شخص محسوس کرتا ہے کہ ان کے گندگی لگی ہے، تو وہ مسجد نہیں آنے دے گا، روک ٹوک کرے گا، جب وہ دُھل کے آجائیں تو پھر وہی شخص جو روکتا تھا اب بلائے گا کہ بھائی آجاؤ صف اوّل میں آجاؤ اور آیئے نماز پڑھایئے۔ پہلے تو مسجد میں نہیں آنے دے رہے تھے، اب مصلّے پر کھڑا کر رہے ہیں کیا بات ہو گئی؟ یہی کہ جو گندگی لگی ہوئی تھی اس کو صاف کر لیا ہے تو یہاں بھی یہی معاملہ تھا چنانچہ سلطان جی نے توجہ کی، مزاج پرسی کر کے لوٹے۔ ابھی باہر نہیں آئے تھے کہ رُوح پرواز کر گئی، جب قاضی صاحب کی رحلت ہو گئی تو سلطان جی روتے تھے اور فرماتے تھے کہ آج شریعت کا ستون گر گیا۔ یہ الفاظ کس کے بارے میں فرماتے تھے؟ جو عُمر بھر مخالفت کرتا تھا تو ان حضرات کی یہ شان تھی اور یہ معاملہ تھا کہ ایک دوسرے کے ادب و احترام کا لحاظ رکھتے تھے ساتھ ہی نکیر بھی کرتے تھے اور نصیحت بھی کرتے تھے۔

اِصلاحِ منکرات کے طریقہ کو معلوم کرے

اس لیے بھائی کوئی کسی منکر میں مبتلا ہو تو اس کی نکیر تو کرو مگر تحقیر مت کرو، نرمی سے سمجھائیے، ادب واحترام کو بھی باقی رکھئے، غلطی میں شرکت نہ کرے، منکر کو منکر سمجھے، اس میں شرکت نہ کرے، منکر کی اصلاح کیسے کرے؟ اس کے طریقے ہیں۔ آداب ہیں۔ ہر حال کا حکم الگ ہے جیسا موقع ہو ویسا معاملہ کرنا چاہیے۔ اس کو علماء سے معلوم کرے، جس کا جو حال ہو اس کے بارے میں پوچھے کہ میرا یہ حال ہے، یہ حال ہے اور فلاں منکر ہے اس کی اصلاح کیسے کروں؟ اصلاح کرتا ہوں اپنے کو منکر سے بچاتا ہوں تو یہ نقصان کا اندیشہ ہے تو ایسے موقع پر کیا کروں؟ شریعت نے آسانیاں دی ہیں، ہر ایک کے لیے ضروری نہیں قرار دیا کہیں فتنہ کا اندیشہ ہے کہیں کٹنے کا اندیشہ ہے، مارے جانے کا اندیشہ ہے تو شریعت کہتی ہے کہ ایسے موقع پر ضروری نہیں ہے نصیحت کرنا، ہاں اگر صبر کی طاقت اور کسی سے شکوہ شکایت نہیں کرے گا تو پھر نصیحت کرنے پر جہاد کا ثواب ملے گا، حق کی خاطر جان دوگے تو شہادت کا درجہ پاؤ گے۔

اپنی اِصلاح کی بھی فکر رکھنی چاہئے

ہاں بھائی منکرات کی اصلاح اور اس سے روک ٹوک کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی بھی اصلاح کی فکر چاہیے اور اپنے کو دیکھنا چاہیے کہ ہمارے اندر کتنی کمی و کوتاہی ہے ان کو پورا کرنے کی فکر کرے۔ اصل تو یہی ہے جس طرح جسمانی اعتبار سے کوئی کمی محسوس ہوتی، مثال کے

طور پر پھیپھڑے میں داغ ہو یا دل کی بیماری ہے یا کوئی اور شکایت ہوتی ہے تو فوراً معالج کے پاس رجوع کرتے ہیں ایسے ہی روحانی اعتبار سے جو بیماریاں ہیں ان میں دینی معالج کے پاس رجوع کرنا چاہیئے اگر ایسی جگہ ہے کہ اس کا موقع نہیں ملتا تو فکر رہے، تلاش رہے جب تک اس کا انتظام نہیں ہوتا اس وقت تک چار کتب پڑھے ان سے مدد ملے گی، ایک تو جزاء الاعمال پڑھے دوسری کتاب حیوٰۃ المسلمین ہے اس کو پڑھے، تیسری کتاب حکایاتِ صحابہ ہے، چوتھی حقوق الاسلام ان کو پڑھے، یہ کتابیں آسانی کے ساتھ ملتی ہیں ان کتابوں کو پڑھتا رہے اور اس کے موافق عمل کرتا رہے، اس کے ساتھ کسی اللہ والے کی خدمت میں یعنی معالج روحانی کے پاس جائے اور اس کی فکر رکھے ان شاء اللہ تعالےٰ وہاں جاؤ گے تو وہ حضرات جیسا مریض دیکھیں گے ویسا علاج کرتے ہیں۔

علاج کے ساتھ مریض کے حسبِ حال غذا بھی چاہیئے

اسی کے ساتھ ایک بہت ہی اہم چیز ہے اور سب ہی اس کی تلقین کرتے ہیں، وہ یہ کہ علاج کے ساتھ ساتھ مریض کے حسبِ حال غذا بھی ضروری ہوتی ہے تاکہ دونوں کام ہوں کہ مرض کا ازالہ بھی ہو اور قوت بھی پیدا ہوتی رہے چنانچہ اہل اللہ مریض کے حسبِ حال علاج تجویز کریں گے، نسخہ بتلائیں گے، ساتھ ہی غذا بھی بتلائیں گے وہ غذا کیا ہے؟ سنت کا اہتمام، سنت کا جتنا اہتمام ہوگا اتنا ہی ان شاء اللہ نفع ہوگا، اللہ کا قرب بڑھے گا اور محبت میں اضافہ

ہوگا۔ اور ان شاء اللہ اس پر عمل کی برکت سے گناہوں سے بچنے کی طاقت و ہمّت پیدا ہو جائے گی، بڑی خاص چیز ہے، سنت کا اہتمام بڑی اہم چیز ہے

اہتمامِ سُنّت سے زندگی میں انقلاب آ گیا

اس کے برکات اور فوائد کے سلسلہ میں یاد آگیا کہ ایک سرکاری افسر اور ایک اچھے عہدہ دار ہیں ان کا خط چھ صفحہ کا خود میرے پاس آیا، آخر میں لکھا کہ یہ خط میں نے اس لیے لکھا کہ میرا حال آپ کو معلوم ہو جائے اور مجھے بھی توبہ کرا دی جائے۔ اس میں انہوں نے لکھا کہ یوں تو میرے اندر بہت کمیاں تھیں لیکن چند اہم کمیوں میں پہلی کمی یہ کہ نماز کا پابند نہیں تھا، کبھی کبھار تو پڑھ لیتا، جمعہ کی نماز تو نہیں چھوڑتا لیکن پانچوں وقت کی پابندی نہیں کرتا، دوسری کوتاہی یہ کہ گانے کا بہت شوقین تھا، وہ جس علاقہ میں تھے وہ ہندوستان ہی کا ایک صوبہ ہے جس کا نام اڑیسہ ہے وہاں عورتیں دفتروں میں کام کرتی ہیں چونکہ گانے سے اتنا عشق تھا، عورتیں جو میرے پاس آتیں فائل لے کر دستخط کرانے کے لیے ان کو بٹھا لیتا اور خود اپنا گانا سُنا دیتا اور ان سے بھی سنتا، اس لیے وہ بھی تیاری کر کے آتی تھیں تو وہ دفتر کیا ہو جاتا تھا کہ گانا بجانا بن جاتا تھا دو کمیاں ہو گئیں، تیسری بات یہ کہ خود بھی سینما دیکھتا تھا اور بیوی کو بھی سینما دکھایا کرتا تھا یہ انہوں نے اپنا حال لکھا تھا، جب اس قسم کے حالات تھے تو پھر وضع قطع جیسی ہوگی ویسی ہوگی، عام طور پر جیسی خلافِ شریعت ہوتی ہے ویسی ہی ہوگی۔ اب سُنئے کیا ہوا؟ لکھتے ہیں کہ جُمعہ کے لیے جامع مسجد پہنچا، یہ ایک منٹ کا مدرسہ نامی کتاب

جو چالو ہے، ماشاء اللہ اس کے بہت فوائد و برکات ہو رہے ہیں، ماشاء اللہ بہت چھپ گیا ہے، پہلے اس کے مضامین کو زبانی بتلادیا جاتا تھا اور مجلس دعوۃ الحق کے جہاں جہاں مکاتب ہیں ان میں بھی یہ سلسلہ چالو ہے تو اس علاقہ میں بھی دعوۃ الحق کا مدرسہ ہے جس میں دار الاقامہ ہے اس میں ہمارے ہی علاقہ کے ایک مدرس صاحب جو اہلِ علم تھے ان کا معمول اس کے سُنانے کا تھا چنانچہ انہوں نے لکھا کہ جب جمعہ کی نماز پڑھنے پہنچا تو وہ مدرس صاحب جمعہ میں تقریر کر رہے تھے سنت کی اہمیت پر اس میں انہوں نے کہا کہ بھائی نماز میں اکیاون[۵۱] سنتیں ہیں آج ہم تین سنتیں بتلائیں گے اور ہر جمعہ کو تین تین سنتیں بتلایا کریں گے، پہلے جمعہ کو تین سنتیں بتلائیں۔ نمبر ایک سیدھا کھڑا ہونا یعنی چہرا قبلہ کی طرف ہو جیسے میرا چہرا آپ کی طرف ہے، آپ کا چہرا میری طرف ہے، نگاہ سجدہ گاہ کی طرف ہو، دوسرے یہ کہ پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں دونوں پیروں کے درمیان کم از کم چار اُنگلی کا فاصلہ ہو یہ مستحب ہے تیسرے یہ کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں، یہ تین سنتیں ہیں جمعہ کو انہوں نے بتلائیں، تو میں نے ان تین سنتوں پر عمل کرنا شروع کر دیا، اس کے بعد اگلے جمعہ کو گیا تو اور تین سنتیں بتلائیں اسی طرح ہر جمعہ کو بتلاتے رہے نماز میں اکیاون سنتیں ہیں اور ہر جمعہ کو تین بتلاتے تھے تو وہ ۱۷ جمعوں میں ہو گئیں۔ قیام کی گیارہ[۱۱] سنتیں قرأت کی سات[۷] سنتیں، رکوع کی آٹھ[۸] سنتیں، سجدہ کی بارہ[۱۲]، قعدہ کی تیرہ[۱۳]، اس طریقہ سے نماز کی پُوری سنتیں معلوم ہو گئیں اسی طرح پھر اور سنتیں بتلائیں اور اس سلسلہ میں کتابیں بھی بتلائیں اس کو مطالعہ کیا تو اب کیا

حال ہے؟ لکھا ہے کہ اب حال یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز پڑھنے لگا ایک بات - دوسری بات یہ کہ خود سنیما چھوڑ دیا اور بیوی کو سنیما چھڑا دیا - تیسری بات یہ کہ گانا سُنانا بھی بند کردیا اور سننا بھی بند کردیا اور اب یہ حال ہے کہ جب وہ عورتیں آتی ہیں کاغذ لے کر تو نگاہ نیچے کیے ہوئے دستخط کرتا ہوں، کاغذ کو دیکھتا ہوں، کاغذ والی کو نہیں دیکھتا ہوں - پہلے تو کاغذ والی کو دیکھا کرتے تھے، اس کو گانا سُناتے تھے اس کا سنتے تھے، یہ انقلاب کیسے آیا؟ سنت کا ذکر اور اس پر عمل کرنے کی برکت سے، ہلکے ہلکے طاقت پیدا ہوگئی، گناہ سے بچنا بھی آسان ہوگیا لیکن مسلسل اور تسلسل کے ساتھ عمل کرے تو ان شاء اللہ اس کا فائدہ محسوس ہوگا -

گناہوں کے چھوڑنے کا طریقہ

اگر کسی گناہ کی عادت ہے ایک دم نہیں چھوڑ سکتے اور اس کی ہمّت نہیں ہے تو رفتہ رفتہ چھوڑو، دس گناہ کی عادت ہے تو اس میں چند چھوڑو، ارے چار چھوڑ دو، دو چھوڑ دو، یہ بھی نہ ہو تو کم از کم ایک دن ایک چھوڑ دو، پھر اسی طرح آٹھویں دن ایک ایک گناہ چھوڑتے چلے جاؤ - کسی کو فہم کی عادت ہو کچھ لوگ تو فوراً چھوڑ دیتے ہیں، کچھ کو اس کا طریقہ بتلاتے ہیں -

یہ بُری ہے تو آج سے نہیں کھاؤں گا

ایک شخص حضرت مولانا گنگوہی نوّر اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوا حضرت نے اس کو توبہ کرائی اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ اجی حضرت جو کام نہیں کرتا تھا اس سے تو آپ نے توبہ کرائی اور جو کیا کرتا تھا اس سے توبہ

کرائی نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے کیا معلوم کہ تم کیا کرتے ہو؟ وہ کہنے لگا کہ میں
افیم بھی کھایا کرتا ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا کتنی کھایا کرتے ہو، وہ کہنے لگا کہ
اتنی تو فرمایا کہ اب مقدار کم کر دو، آپ نے یہ علاجاً و دواً بتلایا تاکہ رفتہ رفتہ
یہ عادت ختم ہو جائے، اس نے کہا کہ جب یہ ہے بُری چیز تو اتنی اتنی کیا، ڈبیا
نکالی جیب سے اور پھینک دی کہا بس آج سے نہیں کھاؤں گا۔ عادت چونکہ
پڑی ہُوئی تھی اور ایک دم اس نے چھوڑ دیا۔ تو اس کا اثر یہ ہُوا کہ گھر جا کے بیمار
ہو گیا۔ جب حضرت کو اس کی بیماری کی اطلاع ہوئی تو کہلا بھیجا کہ علاجاً کھا سکتے ہو
اس نے کہا کہ نہیں اب تو کچھ بھی ہو جائے، اب نہیں کھائیں گے۔ چنانچہ چند دن
میں ٹھیک ہو گیا، پھر آیا حضرت کی خدمت میں اور محبت و عقیدت سے دو روپیہ
ہدیہ میں پیش کیے۔ دیہات والے مخلص ہوتے ہیں تو حضرت نے ان سے زیادہ
پوچھ گچھ نہیں کی اور وہ روپے لے لیے۔ دیہات والے بے تکلف ہوتے ہیں
تو اس نے کہا کہ حضرت یہ پوچھا نہیں کہ کاہے کے ہیں؟ حضرت نے فرمایا اچھا
بھائی اب بتلا دو کہ یہ کاہے کے ہیں؟ کہنے لگا کہ مَیں مہینہ میں دو روپیہ کی افیم
کھایا کرتا تھا۔ سستا زمانہ تھا، جب آپ نے افیم سے توبہ کرائی تو ہمارا نفس بہت
خوش ہُوا کہ دو روپیہ بچیں گے، اس کی ملائی کھاؤں گا۔ گھی کھاؤں گا۔ مَیں نے
کہا کہ تجھے نہیں کھلانی ہے جن کے ہاتھ پر توبہ کی ہے انہیں یہ تحفہ دیا کروں گا۔ یہ
دو روپیہ وہ ہیں۔ اور کہا کہ جب تک میں ہوں یا آپ ہیں دو روپیہ مہینہ
آپ کو پیش کیا کروں گا، ہدیہ اصل میں محبت کی بنا پر دیا جاتا ہے۔ اگر کسی غرض
کی بنا پر دیتا ہے تو وہ رشوت ہے، تو حاصل یہ کہ اس کی افیم کی عادت تھی اس

نے ایک دم چھوڑ دی بعض لوگوں میں ہمت ہوتی ہے اور وہ اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

افیم چھوڑنے کا آزمودہ طریقہ

اور کچھ کو اس کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ ایک دم نہیں چھوڑ سکتے تو اس کے لیے بھی طریقہ ہے اس پر عمل کیا جائے، ہمارے عزیزوں میں بعضے تھے ان کی اس طریقہ سے اصلاح ہوگئی جس کی صورت یہ کی گئی کہ پہلے ان سے پوچھ لیا گیا کہ کتنی افیم کھاتے ہو؟ انہوں نے اس کی مقدار بتلادی کہ روزانہ اتنی کھاتے ہیں تو اس لحاظ سے چالیس دن کی منگا دی اور بوتل میں بھر دی اور اس میں پانی ڈال دیا پھر ان کو ایک ایک چمچی پینے کے لیے دیتے تھے، جتنا پلاتے تھے اتنا پانی ملاتے رہتے تھے، چالیس دن کے بعد وہ افیم تو ختم ہوگئی بس پانی ملا ملا کر پلاتے رہے تو اس تدبیر سے ہلکے ہلکے عادت چھوٹ گئی، اسی طرح جس گناہ کی عادت پڑی ہوئی ہے ہلکے ہلکے تھوڑا تھوڑا اس کو چھوڑے پہلے اس کی تدبیر معلوم کرے پھر اس کے موافق عمل کرے تو بہت جلد گناہ چھوٹ جائیں گے۔

تہجّد کے لیے اُٹھنے کا نسخہ

ایسے ہی طاعات میں بھی لگنے کا معاملہ ہے کہ ہلکے ہلکے بقدرِ تحمل عادت ڈالے، اور دُعا بھی کرتا رہے یہ بڑی خاص چیز ہے، اس سے پھر بڑی آسانی اور سہولت ہو جاتی ہے گی اور بزرگوں سے اس کی تدبیر معلوم کرے، ان حضرات کے پاس ایسے نسخے ہوتے ہیں کہ ایک ہی دو خوراک میں بہت جلد نفع ہونے لگ جاتا ہے مثال کے طور پر بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ تہجّد میں آنکھ کھل جائے تا کہ اس وقت نماز پڑھ لیں لیکن اُٹھنے کی ہمّت نہیں ہوتی، تو اب کیا کریں ؟

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے بھی بعضوں کو فرمایا کہ اچھا بھائی آنکھ تو کھل ہی جاتی ہے کبھی نہ کبھی تو جب آنکھ کھل جائے تو اسی وقت چار پائی پر بیٹھ جاؤ، چاہے ایک ہی منٹ کے لیے بیٹھو، اور بیٹھ کر سُبحان اللہ، سُبحان اللہ پڑھ لو، پھر لیٹ جاؤ اس پر عمل کرنا کیا مشکل ہے؟ کتنی آسانی دے دی اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے ہو تو پھر کم از کم کروٹ ہی بدل لو، جس جگہ لیٹے ہو اس سے ہٹ جاؤ تا کہ تہجّد پڑھنے والوں کی جو شان بیان کی گئی ہے۔

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ○ (پ ۲۱، رکوع ۱۴)

ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں۔

ان کی تھوڑی بہت مشابہت ہو جائے۔ ارے بھائی! وہ آدھ گھنٹہ اور ایک گھنٹہ کے لیے اُٹھتے ہیں تو تم ایک منٹ کے لیے اُٹھو تو اس اُٹھنے میں ان کی مشابہت اختیار کرو تو اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالےٰ آج ایک منٹ کی توفیق ہوئی ہے تو کل ڈیڑھ منٹ کی توفیق ہو گی اور یہ سلسلہ بڑھتا رہے گا، قطرہ قطرہ دریا ہو جاتا ہے، تو میرے عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اپنی اصلاح کی فکر رکھے، اپنی درستگی کی کوشش کرتا رہے اور دوسروں کو بھی اچھائی کی دعوت دے اور برائی سے روکے۔

جو آیت میں نے پڑھی تھی اس میں اللہ تعالےٰ نے

مومنین کی صفات وخصوصیات

مومنین کی خصوصیات اور ان کی صفات کو بیان فرمایا ہے، وہ صفات کیا ہیں؟ ایک صفت تو یہ ہے ۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۔ (پ ۱۰، رکوع ۱۴)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں ہمدرد اور خیر خواہ ہیں، دوسری صفت ۔

یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ ۱۰، رکوع ۱۴)

اچھی باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں ۔

تیسری خصوصیت یہ کہ ۔

وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (پ ۱۰، رکوع ۱۴)

اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں ۔

نماز سنت کے موافق پڑھتے ہیں، چوتھی صفت یہ ہے کہ ۔

وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (پ ۱۰، رکوع ۱۴)

اور زکوٰۃ دیتے ہیں ۔

بڑی محنت سے مال کماتے ہیں مشقت سے پھر سال بھر تک حفاظت کرتے ہیں پھر اس کی زکوٰۃ قاعدہ سے نکالتے ہیں ۔

وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (پ ۱۰، رکوع ۱۴)

اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ۔

کہنا ماننے کا مطلب کیا ہے ؟ اللہ اور رسول کا حکم معلوم ہو جائے تو خوش دلی سے عمل کرتے ہیں، خوشی خوشی عمل کرتے ہیں، جیسے بچوں کو چھٹی ہوتی ہے تو گھر خوشی خوشی جاتے ہیں ایسے ہی انہیں کوئی حکم معلوم ہو جائے تو خوشی خوشی عمل کرتے ہیں، پھر فرمایا کہ جن لوگوں کی یہ شان اور صفات ہیں ان کے ساتھ معاملہ کیا ہوگا اور انعام کیا ملے گا۔ فرمایا گیا۔

أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ (پ ۱۰، رکوع ۱۴)

یہ وہی لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالےٰ جلد رحمت خاصہ فرمائیں گے۔

کیوں ؟

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (پ ۱۰، رکوع ۱۴)

بلاشبہ اللہ تعالےٰ قادر مطلق ہے اور حکمت والا ہے۔

جب چاہیں رحمت سے نواز سکتے ہیں، لیکن حکیم بھی ہیں جب مناسب سمجھتے ہیں دیتے ہیں ؎

گڑ گڑا کر جو مانگتا ہے جام
اس کو دیتا ہے ساقی گلفام

خلاصۂ کلام تو خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں مومن کی کچھ صفات اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں کہ جن کے ذریعہ سے مسلمانوں کو پہچانا جاسکتا ہے جس طرح پولیس والے کو اس کی وردی سے پہچان لیتے ہو، پوسٹ مین کو اس کی وردی سے پہچان لیتے ہو، ایسے ہی مسلمان کو بھی ایسا ہونا چاہیے کہ اسکو دیکھ کر

پہچان لیا جاتے کہ یہ مسلمان ہے۔ اس کے تعارف کی ضرورت نہ پڑے اس کی صورت یہی ہے کہ اپنے اندر ان صفات کو پیدا کیا جائے اور ان خصوصیات کو اختیار کیا جائے تو اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالے دنیا میں بھی عزت و راحت ملے گی اور آخرت میں بھی رحمتِ خاصہ سے نوازا جائے گا۔ اب دُعا کر لی جائے کہ اللہ تعالےٰ ان سب باتوں کو قبول فرمائے اور ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سب کو حُسنِ خاتمہ کی دولت سے مشرف فرمائے۔

آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

بد دین کی تقریر و تحریر و تصنیف سب مضر ہے

فرمایا کہ بد دین آدمی اگر دین کی بھی باتیں کرتا ہے تو ان میں ظلمت ملی ہُوئی ہوتی ہے۔ اس کی تحریر کے نقوش میں بھی ایک گونہ ظلمت لپٹی ہوئی ہوتی ہے اور دیندار دُنیا کی بھی باتیں کرے تو ان میں نورُ ہوتا ہے۔ کیونکہ کلام در اصل قلب (دل) سے پیدا ہوتا ہے تو قلب کی حالت کا اثر اس میں ضرور ہوگا۔ پس چونکہ متکلم (بات کرنے والے) کا اثر اس کے کلام میں اور مصنّف کے قلب کا اثر اس کی تصنیف میں ضرور ہوتا ہے اس لئے بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا چاہئے کیونکہ مطالعہ کتب مثل صحبت مصنّف کے ہے۔ جو اثر بے دین کی صحبت کا ہوتا ہے وہی اس کی کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۶۸)

القول العزیز

رات دن ہے اک ہجوم طالبانِ دردِ دل
خانقاہ اشرفیؒ ہے یا دُکانِ دردِ دل
خانقاہ اشرفیؒ ہے لامکانِ دردِ دل
ذرّہ ذرّہ ہے یہاں کا اک جہانِ دردِ دل

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

القول العزیز

وقتِ عمل کب آئے گا ہیں ہم کس انتظار میں
اب بھی ہے کیا کوئی کسر ذلّت و افتقار میں

جب کہ خُدا پہ تھی نظر کچھ نہ تھا دشمنوں کا ڈر
دس بھی ہُوئے تو بے خطر گھس گئے ہم ہزار میں

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

Designed: Yawer Ali Of Makhdumi Art